اسلامی قانونِ تعزیرات

ڈاکٹر عبد العزیز عامر

ترجمہ: معروف شاہ شیرازی

(۵)

تعزیر، اللہ کا حق بھی ہے اور فرد کا حق بھی فقہا تمام دوسرے حقوق کی طرح تعزیر کی بھی دو قسمیں بیان کرتے ہیں: ایک وہ تعزیر جو اللہ کے حق کے طور پر ہو۔ دوسری وہ جو انسان کے حق کے طور پر۔[1]

قانون کے معاملہ میں حق اللہ سے مراد یہ ہے کہ جو امور مفادِ عام سے تعلق رکھتے ہوں، یا جن میں عام لوگوں کو نقصان سے بچانا مقصود ہو اور کسی ایک شخص خاص تک نقصان محدود نہ ہو، ایسے تمام امور کے بارے میں شریعت کے احکام حق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ دنیا کے وضعی قوانین میں اس کو پبلک کا حق قرار دیا جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص کسی ایسے بُرے فعل کا ارتکاب کرے جس میں شارع کی طرف سے کوئی حد مقرر نہ ہو، اور اس فعل سے کسی خاص شخص کو نقصان نہ پہنچایا گیا ہو، تو اس پر جو تعزیر دی جائے گی وہ حق اللہ کے طور پر ہوگی۔ کیونکہ معاشرے میں جرائم اور بُرائیوں کو روکنا اور ملک کو فساد سے محفوظ کرنا شرعی واجبات میں سے ہے۔ اس کا مقصد پوری امت کو مضرت سے بچانا اور عوامی مفاد کی حفاظت

[1] بعض فقہا نے حقوق اللہ کی آٹھ قسمیں بتائی ہیں۔ (۱) خالص عبادات مثلاً ایمان۔ (۲) خالص سزائیں مثلاً حدود (۳) وہ سزائیں جو نااہل قرار دے دیتی ہیں مثلاً میراث سے محرومی۔ (۴) وہ حقوق جو سزا اور عبادت کے درمیان درمیان ہوں مثلاً کفارات۔ (۵) وہ عبادات جن میں آدمی پر مالی بار بھی ڈالا جاتا ہے جیسے صدقہ فطر۔ (۶) وہ مالی بار جن میں عبادت کا پہلو بھی ہے جیسے عُشر۔ (۷) وہ مالی بار جس میں عقوبت سے بھی ایک طرح کی مشابہت ہے جیسے خراج۔ (۸) وہ حق جو بذاتِ خود قائم ہو جیسا کہ خُمس اور غنائم کا معاملہ ہے۔ اس تقسیم پر ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری کا یہ تبصرہ خوب ہے کہ اللہ کے حقوق کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں دین اور قانونِ عام (PUBLIC LAW) ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور مالی اور فوجداری قوانین کے دائرے خلط ملط ہو جاتے ہیں (دیکھیے التلویح ص ۷۰۵۔ مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی مع المقارنۃ بالفقہ الغربی۔ یہ ان لکچرز کا مجموعہ ہے جو استاذ عبدالرزاق سنہوری نے عرب لیگ سے متعلق شعبۂ تعلیماتِ عالیہ میں دیئے تھے۔ طبع ۱۹۵۴ء ص ۴۴)

کرنا ہے۔

حقِ فرد یا حق عبد (PRIVATE RIGHT) وہ ہے جس کا تعلق سوسائٹی کے افراد میں سے کسی ایک فرد یا مخصوص افراد کی مصلحت سے ہو۔

تعزیرات کے معاملے میں ان دونوں حقوق کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بعض سزائیں خالص حق اللہ کے طور پر دی جاتی ہیں اور ان میں فرد کا حق بالکل نہیں ہوتا۔ مثلاً نماز نہ پڑھنے والے، شراب پینے والے عذرِ شرعی کے بغیر رمضان کا روزہ نہ رکھنے والے اور شراب نوشی کی مجلس میں شریک ہونے والے کو جو تعزیری سزا دی جاتی ہے اس میں واضح طور پر خالص اللہ کا حق کارفرما ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں محض عوام کا مفاد مضمر ہوتا ہے اور اجتماعی طور پر عام لوگوں کو خطرے سے بچانا مطلوب ہوتا ہے۔ اِن جرائم سے کسی خاص فرد کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ہم اُسے ایسی تعزیر کہہ سکیں جو بطورِ حقِ فرد واجب ہوتی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعزیر میں اللہ کا حق اور فرد کا حق دونوں مخلوط ہوتے ہیں لیکن خدا کا حق غالب ہوتا ہے۔ مثلاً دوسرے کی بیوی سے بوس وکنار اور اس سے تخلیہ میں ملنے پر (جبکہ زنا کا کوئی ثبوت نہ ہو) جو تعزیری سزا نافذ ہوتی ہے اس میں ایک لحاظ سے حقِ فرد بھی موجود ہوتا ہے۔

بعض فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض اوقات تعزیری سزا خالص حقِ فرد کے طور پر دی جاتی ہے۔ مثلاً ایک نابالغ لڑکا اگر کسی کو گالی دے دیتا ہے تو اسے جو تعزیری سزا دی جائے گی وہ خالص اُس فرد کا حق ہوگا جسے گالی دی گئی ہے کیونکہ نابالغ حقوق اللہ کا مکلّف نہیں ہے۔

کبھی یُوں بھی ہوتا ہے کہ تعزیر کے معاملہ میں اللہ اور انسان دونوں کے حقوق کارفرما ہوتے ہیں، لیکن اس میں حقِ فرد غالب ہوتا ہے۔ مثلاً گالم گلوچ اور ہاتھا پائی کی تعزیری سزا۔ اس معاملہ میں جرم کی نوعیت یہ ہے کہ ایک طرف تو متضرر رسیدہ شخص کی عزت، وقار اور شرف پر دست درازی کی گئی ہے یا اس کو جسمانی مضرت پہنچائی گئی ہے، اور اس کا تعلق اس کے انفرادی حق سے ہے۔ دوسری طرف اس میں اللہ کے حق پر بھی دست درازی ہے، کیونکہ شارع کے احکام کی پابندی اور بندگانِ خدا کو اذیت پہنچانے سے باز رہنا اللہ کے حقوق میں سے ہے۔[1]

[1] دیکھیے شرح طوالع الانوار، شرح السندی علی الدر المختار، ج، مدق نمبر ۱۲۲ کے دونوں صفحے اور ۳۶ کے دونوں

حقوق کی دونوں اقسام میں فرق کی اہمیت | تعزیر کی ان دو اقسام، یعنی واجب بطور حق اللہ اور واجب بطور حقِ فرد کے درمیان فرق کی اہمیت متعدد مواقع پر ظاہر ہوئی ہے جس کی چند مثالیں یہ ہیں:

۱- جو تعزیر بطور حق فرد واجب ہوتی ہے یا جس میں فرد کا حق غالب ہوتا ہے (مثلاً سب وشتم اور ہاتھا پائی کے معاملہ میں)، اور اس کا نفاذ ضرر رسیدہ شخص کے دعوے (COMPLAINT) پر موقوف ہوتا ہے۔ اس کا مطالبہ جب مستحق شخص کی طرف سے ہو تو فریاد رسی لازم ہو جاتی ہے، اور جب تک مستغیث مطالبے پر قائم رہے قاضی اسے ساقط نہیں کر سکتا۔ تعزیر کی اس قسم کے معاملہ میں حاکم وقت کی جانب سے معافی یا سفارش بھی ناجائز ہے۔ رہی وہ تعزیر جو بطور حق اللہ واجب ہے، اس میں حاکم وقت کی طرف سے معافی اور سفارش دونوں جائز ہیں، بشرطیکہ اس میں مصلحت ہو اور مجرم کی اصلاح سزا کے سوا دوسرے ذرائع سے ہو سکتی ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت میں آیا ہے۔ اِشْفَعُوْا اِلَیَّ وَیَقْضِی اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ مَا یَشَآءُ (مجھ سے سفارش کرو، اگرچہ اللہ اپنے نبی کی زبان سے وہی فیصلہ کرائے گا جو وہ چاہے گا۔)[1]

تعزیر کی اس دوسری قسم کے بارے میں اختلاف ہے کہ حاکمِ وقت پر اس کا نفاذ واجب ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جن امور میں اس قسم کی تعزیر منصوص و مشروع ہے ان میں اس کا نفاذ واجب ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا نفاذ واجب نہیں ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ ایک عورت مجھے ملی اور میں مجامعت کے سوا اس سے سب کچھ کر ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز ادا نہیں کی؟" اس نے جواب دیا: "ہاں" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھے۔ یہ کتاب ازہر کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت ذی القعدہ ۱۲۹۴ھ میں ختم ہوئی۔ الفصول الخمسۃ عشر فیما یُوجِب التعزیر وما لا یوجب وغیر ذلک، علامہ الاُستروشنی ص ۵ اور اس کے بعد۔ الاحکام السلطانیۃ الماوردی، صفحہ ۲۲۵ اور اس کے بعد۔ الاحکام السلطانیہ، ابو یعلیٰ، ص ۲۶۵ اور اس کے بعد۔ مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری، ص ۴۴ اور اس کے بعد۔

[1] دیکھیے حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۹۲ اور اس کے بعد۔ الفصول الخمسۃ عشر فی التعزیر، الاستروشنی ص ۳ اور اس کے بعد۔ الاحکام السلطانیۃ، الماوردی، ص ۲۲۵ اور اس کے بعد۔

یہ آیت پڑھی اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ (بے شک نیکیاں بُرائیوں کو دُور کر دیتی ہیں)۔ نیز وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے انصار کے بارے میں فرمایا اقبلوا من محسنھم وتجاوزوا عن مسیئھم (اُن کے نیکی کرنے والوں کی نیکی قبول کرو اور ان کے بدی کرنے والوں کی بُرائی سے درگزر کرو)۔ نیز وہ اس واقعہ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ جب ایک مقدمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ دیا تو اس فریقِ مخالف نے آپ کو مخاطب کر کے کہا "زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں نا"۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ آپ نے اپنے بھائی کی رعایت کر کے انصاف نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اس پر ناراض ہوئے مگر آپ نے اسے سزا نہ دی۔ بعض دوسرے فقہاء جن میں حنبلی فقہاء بھی شامل ہیں، کہتے ہیں کہ جن جرائم کی سزا منصوص ہے ان میں تو حکم کی تعمیل واجب ہے، مثلاً بیوی کی لونڈی سے مجامعت یا مشترکہ لونڈی سے مجامعت اور جن کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے ان میں اگر مصلحت کا تقاضا یہی ہو کہ سزا دی جائے، یا مجرم کو جرم سے باز رکھنا سزا کے سوا کسی اور ذریعہ سے ممکن نہ ہو تو سزا دینا واجب ہے، کیونکہ تعزیر بطور حق اللہ مشروع ہے اور اس سے جرائم کا دفعیہ مطلوب ہے اس لیے حد کی طرح اس کا نفاذ بھی واجب ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مجرم کی اصلاح سزا کے نفاذ کے بغیر بھی ہو سکتی ہے تو سزا دینا واجب نہ ہو گا اور حاکمِ وقت کے لیے جائز ہو گا کہ مجرم کو معاف کر دے اگر معافی میں ہی اس کو مصلحت نظر آئے۔ یہ حضرات امام شافعیؒ کی پیش کردہ احادیث سے بھی نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ لیکن یہ ساری باتیں صرف اس تعزیر کے معاملہ میں ہیں جو بطور حق اللہ واجب ہو۔ ان کا کوئی تعلق اس تعزیر سے نہیں ہے جو فرد کے حق کی بنا پر واجب ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں۔

اصولی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو تعزیر اللہ کے حق پر مبنی ہو اسے نافذ کرنا حاکمِ وقت پر واجب ہے اور اس میں معافی، براءت اور مصالحت جائز نہیں ہے، البتہ حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر اس کی رائے میں مجرم کو معاف کر دینا زیادہ مناسب ہو، یا وہ یہ سمجھے کہ سزا کے بغیر مجرم کی اصلاح ہو سکتی ہے تو سزا نافذ نہ کرے۔ اوپر جس شخص کا قصہ گزرا ہے کہ مباشرت کے سوا وہ ایک عورت کے ساتھ سب کچھ کر گزرا، اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسی لیے تو سزا نہیں دی کہ وہ پکڑا نہیں گیا تھا بلکہ خود تائب اور نادم ہو کر حاضر

ہوا تھا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ یہ تو خود ہی جرم سے باز رہنے کے لیے تیار ہے، اسے سزا دینے کی کیا ضرورت ہے رہا وہ واقعہ جو اوپر مذکور ہوا کہ ایک شخص نے حضورؐ کا فیصلہ سن کر آپ کے انصاف پر حملہ کیا، تو اس میں معاملہ بندے کے حق کا تھا اور بندے کو اختیار ہے کہ اپنے حق پر زیادتی کو معاف کر دے۔ بالفاظِ دیگر حملہ کرنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاف پر حملہ کر کے آپ کی ذات کو نشانہ بنایا تھا اور آپ نے اپنے حق پر اس کی زیادتی کو معاف فرما دیا[۱]۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب ہو گا کہ جو تعزیر بطور حقِ فرد واجب ہے اسے اگر صاحبِ حق معاف بھی کر دے یا مصالحت قبول کر لے تب بھی حاکمِ وقت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اصلاح و تادیب کی خاطر مجرم کو سزا دے، کیونکہ اس کا یہ فرض ہے کہ ملک کو جرائم سے پاک کرے اور ان کے سدباب کے لیے مناسب تدبیر اختیار کرے۔ اس لیے اسے جرائم پر سزا دینے کا حق بہر حال حاصل رہتا ہے۔ اور اگر وہ سمجھے کہ معافی ہی میں مصلحت ہے یا یہ کہ مجرم کی اصلاح سزا کے بغیر بھی ہو سکتی ہے تو سزا کو ترک بھی کر سکتا ہے[۲]۔

۲۔ حق اللہ اور حق الفرد میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جو تعزیر بطور حقِ فرد واجب ہوتی ہے اس میں تداخل (AMALGAMATION) نہ ہو گا، یعنی جرم کی تکرار سے سزا بھی مکرر ہو گی۔ مثلاً اگر کسی نے مختلف اوقات میں کسی کو گالیاں دیں تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی مجرم کو اس کے ہر جرم کی علیحدہ سزا دے گا۔ لیکن جو سزا بطور حق اللہ واجب ہے اس میں تداخل ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ماہِ رمضان میں عمداً کئی بار روزہ نہ رکھے تو تمام روزے چھوڑنے کے لیے اسے ایک ہی سزا دی جائے گی[۳]۔

کشاف القناع میں ایک دوسری رائے کا اظہار بھی کیا گیا ہے، وہ یہ کہ اگر کسی شخص پر مختلف جرائم کے

---

[۱] دیکھیے، حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۹۲ اور اس کے بعد۔ الاستروشنی، فی التعزیر ص ۵ اور اس کے بعد۔ شرح طوالع الانوار، شرح السندی علی الدر المختار ج ۷، ورق ۲۳۶، ص اول، ورق ۲۳۷، ص اول، ورق ۲۳۸، ص اول۔ کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۴، ص ۷۴، المغنی، ابن قدامہ، ج ۱۰، ص ۳۴۸، ۳۴۹۔ الشرح الکبیر جو المغنی کے ساتھ ہی چھپی ہوئی ہے ص ۲۶۲، ۲۶۳

[۲] الاحکام السلطانیہ، الماوردی، ص ۲۲۵ اور اس کے بعد۔

[۳] شرح طوالع الانوار، شرح السندی علی الدر المختار ج ۷، ورق ۲۳۶، ص ۲۔ مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری، ص ۵۴ اور اس کے بعد۔

الزامات ہوں اور ان کا تعلق خالص حق اللہ سے ہو، تو خواہ ان کی نوعیت ایک جیسی ہو، مثلاً کسی نے اجنبی عورت کا کئی بار بوسہ لیا ہو، یا نوعیت مختلف ہو، مثلاً ایک اجنبی عورت کا بوسہ لیا اور دوسری کو عمداً چھوا، تو دونوں صورتوں میں تعزیرات میں تداخل ہو جائے گا اور صرف ایک سزا ہی کافی ہوگی، جیسے جرم زنا میں ہوتا ہے کہ متعدد مرتبہ زنا کرنے کا الزام ہو تب بھی سزا ایک ہی دی جائے گی۔ اسی طرح جن جرائم کی سزائیں بطورِ حق فرد واجب ہوں ان میں بھی ایک ہی شخص کو متعدد بار گالی دینے، یا بہت سے اشخاص، حتیٰ کہ ایک پوری بستی کو گالی دینے کی سزاؤں میں بھی تداخل ہو سکتا ہے جیسے تعزیر بطورِ حق اللہ میں ہوتا ہے۔ کیونکہ تعزیر سے مطلوب یہ ہے کہ مجرمین کی اصلاح ہو اور جرائم کا سدباب ہو۔ اس کا لازمی تقاضا یہ نہیں ہے کہ جتنے افعال ہوں اتنی ہی سزائیں دی جائیں۔ لہٰذا تعزیرات خواہ بطورِ حق اللہ واجب ہوں یا بطورِ حق فرد واجب ہوں، اس لحاظ سے ان کے درمیان فرق کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے[1]۔

۳- تعزیر کی ان دو اقسام کے درمیان ایک فرق یہ بھی ہے کہ جو تعزیر بطورِ حق اللہ واجب ہو اس کا نفاذ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس کے سامنے جرم کا ارتکاب کیا جا رہا ہو۔ کیونکہ ایسے معاصی نہی من المنکر اور ازالۂ منکر کے ضمن میں آتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ "تم میں کوئی بھی کسی منکر کا ارتکاب ہوتے دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے زائل کرے اگر نہ کر سکے تو زبان سے دُور کرنے کی کوشش کرے، اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو، تو دل سے اسے بُرا جانے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے"۔ البتہ اگر جرم کا ارتکاب ہو چکا ہو تو پھر تعزیر کے نفاذ کا حق حکام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ جرم کے ارتکاب کے وقت تو تعزیر کا نفاذ نہی عن المنکر کے دائرے میں آتا ہے اور ہر انسان کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن معصیت کا ارتکاب ہو چکنے کے بعد کسی شخص کا اس پر کوئی کارروائی کرنا نہی عن المنکر کے ضمن میں نہیں آتا کیونکہ جس بُرائی کا ارتکاب ہو چکا ہے اس سے روکنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد تو جرم کی سزا دینے کا کام ہی باقی رہ جاتا ہے اور اس کا حق ہر شخص کو نہیں ہے بلکہ وہ صرف حکام وقت کا کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جرم ہوتے دیکھ کر اس کو روکنا یا اسے زائل کرنے کی کوشش کرنا سرے سے تعزیر ہے ہی نہیں۔ یہ تو دراصل

[1] کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۴ ص ۷۳۔ نیز ملاحظہ ہو مصادر الحق ڈاکٹر عبدالرزاق احمد سنہوری، ص ۵۴ اور اس کے بعد۔

جرم کے تسلسل کو جاری رہنے سے روکنا ہے اور یہ ہر اس شخص کا فرض ہے جس کے سامنے جُرم کا ارتکاب کیا جا رہا ہو۔

یہ معاملہ ان جرائم کے ساتھ خاص ہے جن میں خالص حق اللہ کے لیے تعزیر واجب ہو۔ رہی وہ صورت جس میں تعزیر بطور حقِ فرد واجب ہو، تو ارتکابِ جُرم کے وقت ایسی تعزیرات کے اجراء کا حق ہر فرد کو نہیں ہے کیونکہ اس کا اجرا شخصِ متضرر کے دعوے پر موقوف ہے اور حاکم کے سوا کوئی اور اس کے اجراء کا حق نہیں رکھتا، الا یہ کہ کوئی طرفین کے درمیان بطورِ حَکَم (ARBITER) فیصلہ کر رہا ہو۔

ایک رائے یہ بھی ظاہر کی گئی ہے کہ جو تعزیر بطورِ حقِ فرد واجب ہے اس کی تعمیل صاحبِ حق کے اختیار میں ہے جیسے قصاص کا معاملہ ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ تعزیر نافذ کرنا حکام کا کام ہے۔ شخص متضرر کے اختیار میں اس کو دے دینے کے معنی تو یہ ہوں گے کہ تعزیر میں زیادتی ہونے لگے، کیونکہ تعزیر وہ سزا ہے جو شریعت میں حد کی طرح مقرر نہیں کر دی گئی ہے۔ نیز اسے قصاص پر قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قصاص میں سزا مقرر ہوتی ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی[1]۔ میں سمجھتا ہوں یہی رائے قابلِ قبول اور مزاجِ شریعت کے قریب تر ہے۔ اس میں ظلم کا امکان بھی نہیں رہتا اور زیادہ محتاط صورت بھی ہے۔ کیونکہ اس کا نفاذ اگر شخص متضرر پر چھوڑ دیا جائے تو لازماً وہ سزا میں زیادتی کرے گا۔ ایسے حالات میں متضرر، جذبۂ انتقام میں سرشار ہوتا ہے جس سے کم ہی کوئی انسان ایسے حالات میں خالی ہوا کرتا ہے، اور اس صورت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہو سکتی جو اسے ایک حد پر روک دے۔

۴۔ ایک فرق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو تعزیر بطور حقِ فرد واجب ہوتی ہے اس میں شخص متضرر کا حق اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہوتا ہے اگرچہ مجرم کا جرم اس کے وارثوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی ضرر رسیدہ شخص کی وفات کے بعد اس کے وارث تعزیر کے نفاذ کا مطالبہ کر سکتے ہیں، لیکن اگر مضرت دینے والا شخص فوت ہو جائے تو ضرر رسیدہ شخص یا اس کے وارث یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ مجرم کے وارثوں کو سزا دی جائے۔ بخلاف اس کے جو تعزیر بطور حق اللہ واجب ہوتی ہے اس میں وراثت کسی صورت میں بھی جاری نہیں ہوتی کیونکہ اللہ کے حقوق کا وارث کوئی نہیں ہوتا۔ اس بناء

---

[1] الفصول الخمسہ عشر فیما یوجب التعزیر وما لا یوجب، الاستروشنی، ص ۴۰، ۵۰۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، ج ۳ ص ۱۸۶، ۱۸۷۔ نیز تقابل کے لیے ملاحظہ ہو مصادرُ الحق فی الفقہ الاسلامی۔ ڈاکٹر عبدالرزاق احمد سنہوری ص ۵۳ اور اس کے بعد۔

پر نہ مجرم کے وارثوں کو ان کے مورث کے جرم کی وجہ سے سزا دی جائے گی اور نہ جس شخص کے خلاف جرم کیا گیا ہے اس کے وارث نفاذِ تعزیر کا مطالبہ کرنے کے حق دار ہونگے۔ اگر مجرم فوت ہو چکا ہو تو اس صورت میں تو بات واضح ہے۔ لیکن شخص متضرر کے فوت نہ ہونے کی صورت میں بھی بات یہی ہو گی۔ کیونکہ جو تعزیر بطور حق اللہ واجب ہے اس کا نفاذ تو خود متضرر کے مطالبے پر بھی موقوف نہیں ہے کجا کہ اس کے وارثوں کو اس کے مطالبے کا حق پہنچے۔[1]

(باقی)

---

[1] مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی۔ ڈاکٹر عبدالرزاق السنہوری، ص ۴۵ اور اس کے بعد۔

سیرتِ ختم الرُّسُل

سیرت پاک پر اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ــــ !

دلنشیں اندازِ بیان، شگفتہ زبان، مستند واقعات، واقعات کی صحیح ترتیب اور مطالعہ سیرت کا وہ نقطۂ نظر جو قرآن پاک کے حقیقی فہم سے حاصل ہو سکتا ہے، تفہیم القرآن میں ابوالاعلیٰ مودودی اپنے بہترین اسلوب پر ہیں، سیرت ختم الرسل اسی گلستانِ علم و معرفت سے خوشہ چینی کر کے تیار کی گئی ہے۔

مضامین ایک نظر میں :

[illegible]

پڑھنے کے لئے ــــ تحفہ دینے کے لئے

سیرتِ ختم الرُّسُل

[illegible] ــــ ۳/۰۰
[illegible] ــــ ۱/۲۵

سیرت النبیؐ کی مجالس میں تقسیم کے لیے خصوصی رعایت کے لیے براہِ راست خط و کتابت کیجیے

اِدارۂ مطبوعات طلبہ۔ ۲/۴۰۶ نزد لسبیلہ مارکیٹ۔ کراچی۔